سفر آخرت کی تیاری

امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالیؒ

ترجمہ: سحر افشاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور بہت رحیم ہے۔ہم اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، اور صرف اسی سے مدد مانگتے ہیں ہر طرح کی تعریف صرف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے اور اللہ کی رحمتیں ہوں اللہ کے رسول محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور ان کی آل پر، اور ان کے اصحاب پر۔

اللہ بزرگ وبرتر فرماتا ہے:

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

"اب کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر چل رہا ہے (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس نے ان باتوں سے کوئی سبق نہ لیا؟) پس ہلاکت ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہو گئے۔ یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔" سورۃ الزمر-۲۲

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شرح صدر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، "یہ ایک دل کا نور ہے جس سے سینہ کھلتا ہے اور کشادہ ہوتا ہے۔"

آپؐ سے پوچھا گیا: "کیا کوئی ایسا طریقہ ہے جس سے اندازہ ہو کہ یہ روشنی کس کو حاصل ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ہاں !(ایسے لوگ اپنے ان اوصاف سے پہچانے جاسکتے ہیں) خانہ سراب (یعنی اس دنیا کی زندگی) سے لاتعلقی، ہمیشگی کے ٹھکانے کی طرف رجوع کرنا (آخرت)، اور موت سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔"

نبی پاک ﷺ سے پوچھا گیا: "کوئی موت کی تیار کیسے کرے؟"

آپؐ نے فرمایا: "جو تم لوگوں میں سے موت کو کثرت سے یاد رکھتے ہیں وہی سب اس کے لیے سب سے زیادہ تیار رہتے ہیں۔"

آپ نے پوچھا ہے --اللہ آپ کو کامیابی عطا فرمائے-- موت کی تیاری کے متعلق، اور اس کی کیفیت اور طریقوں کے (کہ کیسے یہ روحانی مقام حاصل کیا جائے)۔ کب (اللہ کا) بندہ موت کے لیے تیار ہوتا ہے؟ اس کو حاصل کرنے کے لیے کیا کوشش کرنی چاہیئے تاکہ کوئی بندہ یا بندی اس راستے کے لیے تیار ہو سکے؟

موت کا لفظ اس دنیا سے معبود حقیقی کی طرف سفر کے لیے بولا جاتا ہے، کیوں کہ آخر کار اللہ ہی کی طرف ہر ایک نے لوٹنا ہے۔ کسی بھی بندے کو جو کسی شاہی دربار کی طرف جاتا ہے، تین چیزیں سفر کے لیے درکار ہوتی ہیں:

۱۔ ان سب بندھنوں سے آزادی جو پیش قدمی میں مانع ہو۔

۲۔ زادراہ کے لیے تیاری،

۳۔ بادشاہ کے لیے قابل قبول تحفہ، جو اس کو پیش کیا جائے اور اس سے اس کی خوشنودی حاصل کی جائے۔

اسی طرح معبودِ حقیقی کی طرف سفر کرنے والے مسافر کے لیے بھی تین چیزیں درکار ہیں:
زادراہ کی تیاری، دنیاوی بندھنوں سے آزادی اور ایک ہدیہ (بارگاہِ الٰہی میں) پیش کرنے کے لیے.
'زادراہ' اللہ کے بارے میں انسان کا گہرا شعور ہے (یعنی تقویٰ)۔ اللہ فرماتا ہے:

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى

"سفر کے لیے زادِراہ ساتھ لے جاؤ۔ اور سب سے بہتر زادِراہ تقویٰ یعنی پرہیز گاری ہے۔" سُورَۃُ البَقَرَۃ ۱۹۷

دنیاوی بندھنوں سے آزادی کا مطلب ہے دنیا کی لذتوں سے اپنے دل کو پھیر لینا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ (خانہ سراب سے لاتعلقی) سے یہی مراد ہے۔
پروردگارعالم (مالک الملک) کی بارگاہ میں پیش کرنے والا بہترین تحفہ حبِ الٰہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس پر ایمان میں مضمر ہے۔
ذیل میں ہم نے ان تینوں لوازمات کی مزید وضاحت کی ہے.

۱۔ سفر کے لیے زادراہ:

سفر آخرت کے لیے زادراہ تقویٰ سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ تقویٰ کا مطلب اللہ رب العظیم کے احکامات کو ماننا ہے اور تمام ان چیزوں کو چھوڑ دینا جن سے اس نے منع فرمایا ہے۔ اس حد تک کہ انسان اللہ کے ہر حکم پر عمل کرے اور ان چیزوں سے بہت دور رہے جن سے اس نے منع فرمایا ہے.
اگر کوئی یہ سب کرلے تو اس جیسی فضیلت اور ضبط نفس کا کوئی جوڑ نہیں۔ لیکن اگر انسان میں اس معاملے میں کچھ کمیاں کوتاہیاں ہوں تو وہ اس وقت تک سفر آخرت کے لیے تیار نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اپنی کمیوں کو دور

نہ کر لے۔ یہ اس وقت حاصل ہو سکتا ہے اگر کوئی شخص سن بلوغت سے اپنا تجزیہ کرے اور اپنی حالت پر غور کرے. پھر بندے کو جو گزر چکا اس کی تلافی اور جن معاملات میں غلطیاں کی ہوں ان کو درست کرنے کے لیے اپنے آپ کو مصروف کرنا چاہیے۔

اللہ کے احکامات کی پیروی کے سلسلے میں بندے کو اسلام کے بنیادی ارکان سے آغاز کرنا چاہیے جیسے کہ نماز، زکوۃ اور حج وغیرہ۔ اگر کسی بندے یا بندی کو ان ارکان کے ادا کرنے میں کوئی کمی محسوس ہو تو ان کی قضا ادا کر کے بندے کو اس ذمہ داری کے بوجھ سے آزاد ہونے کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ یہ عمل جاری رکھنا چاہیے یہاں تک کہ کوئی بھی فرض باقی نہ رہ جائے۔

دو طرح کی چیزیں ممنوعات میں سے ہیں۔ پہلی قسم حقوق اللہ سے متعلق ہے (اس میں بندوں کے حقوق شامل نہیں ہیں) جیسے کہ زنا، شراب پینا، آلات موسیقی سننا اور اس طرح کی دوسری ممنوع چیزوں میں مشغول ہونا اس طرح کی ممنوعات کو اپنانے کے بعد حل یہ ہے کہ سچے دل سے توبہ کی جائے، گناہ کے لیے انتہائی شرمندگی محسوس کی جائے، اللہ سے بہت معافی مانگی جائے اور اپنی درستگی اس عزم کے ساتھ کی جائے کہ دوبارہ ان گناہوں کی طرف نہیں جانا۔ جان لیں کہ سچے دل سے توبہ ہی ہر گناہ کا علاج ہے اور (سچی) توبہ کرنے والا انسان ایسے ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں۔

دوسری طرح کی ممنوع چیزوں کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے جیسے کسی کے ساتھ دولت یا عزت کے بارے میں کچھ برا سلوک کرنا۔ اس قسم کی ممنوع چیز کرنے کے بعد اس کا ازالہ اس طرح ممکن ہے کہ مظلوم انسان کو اس کا حق واپس دلایا جائے۔ بندے کو کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے ہر اس معاملے میں جو دوسروں کے ساتھ درپیش ہوں یہی طرز عمل اپنائے، اور اپنے ذاتی تعلقات پر تنقیدی نظر احتیاط کے ساتھ ڈالے (تا کہ

اس بات کو یقینی بنائے کہ اس کی طرف سے کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو)۔

انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے آپ کو دوسروں کے حقوق سے، ان کی دولت اگر قبضے میں ہے تو واپس دے کر، جو چیز اس میں سے استعمال کر لی اس کا ازالہ کر کے اور غیبت یا دوسروں کے خلاف بولنے کا ازالہ کر کے، آزاد کرے۔ اس قسم کی فضول گوئی بہت غلط چیز ہے اور ایک شخص اس سے اس وقت تک آزاد نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مظلوم سے معافی نہ مانگ لے۔ بندے کو ایسے تمام انسانوں سے معافی مانگنی چاہیے جن کی غیبت یا دل آزاری اس نے زندگی میں کی ہے۔ اگر وہ شخص جس کے ساتھ برا کیا گیا ہو معاف کرنے سے انکار کر دے تو اس کے ساتھ نرم رویہ اپنانا چاہیے تا کہ اس کا دل معافی کی طرف مائل ہو جائے۔

اگر مظلوم شخص مر جائے یا کسی وجہ سے اس تک پہنچا نہ جا سکے، تو بندے کو چاہیے کہ اچھے اعمال کرنے میں اضافہ کرے یہاں تک کہ اس کو یقین ہو جائے کہ اتنے نیک کام کر لیے ہیں جو کہ اس مظلوم کے لیے آخرت کے لیے کافی ہوں گے۔

اس سفر کے لیے اللہ کے احکامات کی پاس داری، ممنوعات سے رک جانا اور زیادہ سے زیادہ اچھے اعمال کرنے کی کوشش کرنا ہی کافی زادِ راہ ہے۔ اچھے کام ہر کسی کے لیے درجات کی بلندی کا سبب ہیں۔ جتنے زیادہ نیک اعمال کوئی کرے گے اتنا ہی اس کے ایمان میں اضافہ ہو گا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے احکامات پر عمل کرنے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں کو نہ کرنا ہی سفر آخرت کے لیے زادِ راہ ہے۔

۲۔ پیش قدمی میں مانع بندھنوں سے آزادی :

ایک مسافر اپنے تعلق داروں سے بندھا ہوتا ہے جیسے کہ انہوں نے اس کے کپڑوں کو پکڑ لیا ہو اور اس کو

اس کی منزل تک پہنچنے سے روک رہے ہوں۔ اپنے سفر میں آگے بڑھنے کے لیے مسافر کو اپنے آپ کو آزاد کروانا چاہیے اور اپنے سب تعلقات کو توڑ دینا چاہیے۔

بہت سی دلچسپیاں انسان کے سفر آخرت میں مانع ہوتی ہیں۔ لیکن سب دلچسپیاں اس دنیا کی محبت، اس کی طلب اور نفس امارہ کے اس کی طرف جھکاؤ سے ہی جڑی ہوتی ہیں۔

ایسا شخص ہی مرنے کے لیے کامل طور پر تیار ہے جسکا کوئی محبوب دنیا میں نہیں۔ ایسا شخص جس کو دنیا میں بھی کسی سے محبت ہو لیکن اس کی اللہ سے محبت زیادہ گہری اور شدید ہو وہ بھی سفر آخرت کے لیے تیار ہے۔ البتہ اس دوسرے شخص کا درجہ پہلے والے شخص کی نسبت کمتر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کی ایک نشانی یہ ہے کہ بندے کو موت سے نفرت نہ ہو، چاہے جب مرضی وہ آ جائے۔ موت سے نفرت و تنفر اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ دنیا اور اس کے درجات انسان کو اللہ سے آخرت میں ملاقات کی نسبت زیادہ محبوب ہیں۔ اگر کوئی موت کو اس لیے پسند نہیں کرتا کہ اس نے ابھی لوگوں کے ساتھ زیادتیوں کا ازالہ نہیں کیا یا اپنے اندر کی خامیوں کو دور نہیں کیا تو ایسا شخص اپنی نہ پسندیدگی کے لیے قابل معافی ہے لیکن ایسا شخص آخرت کے سفر کے لیے تیار نہیں ہے۔ جو شخص تیار ہو گا وہ پہلے ہی اپنے معاملات کو درست کر لے گا اور کوئی بھی کام ایسا نہیں رہنے دے گا جو کہ اس کی توجہ بٹائے یا اس کو قلبی طور پر مصروف کر دے۔

اس دنیا کی زندگی سے مکمل طور پر تب تک کوئی اپنے دل کو لا تعلق نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ متوازن کردار اور مضبوط و صالح قلب کا مالک نہیں ہو گا۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کوئی اپنے دل کو شیخی، حسد ، نفرت، تکبر اور سب برائیوں سے پاک نہ کر لے جو ہم نے اپنی تصنیف احیاء علوم الدین کے تیسرے حصے

"المھلکات" میں بیان کی ہیں، یہ سب دل کی بیماریاں ہیں اور ان کا علاج ضروری ہے اس لیے کہ کوئی بیمار انسان سفر کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ بندہ ان تمام برائیوں سے مکمل طور پر آزاد ہو لیکن یہ ہونا چاہیے کہ یہ سب بہت کم ہوں اور ان کی شدت میں اپنے عمل اور الفاظ سے، جو کہ ضمیر کی سچائی کے برعکس ہوں، اضافہ نہ کیا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "آدم کی اولاد تین چیزوں سے کبھی بھی محفوظ نہیں رہ سکتی، حسد، برے وہمات، اور دوسروں کے لیے بری رائے (یعنی بدگمانی) سے۔ ان سے بچاؤ اور نجات کا ایک ذریعہ تم کو بتائے دیتا ہوں۔ اگر آپ کسی سے حسد محسوس کرتے ہیں تو، جو اس کے پاس ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کریں۔ اگر کسی ایسی چیز کا سامنا ہو جسے بدشگونی سمجھا جاتا ہو تو آپ اپنے رویے میں کوئی تبدیلی لائے بغیر اس کام کو جاری رکھیں۔ اگر آپ کسی کے بارے میں برا خیال رکھتے ہیں تو، آپ کو اپنے خیالات کی تصدیق کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے [یعنی دوسروں کے ساتھ اس پر بات کرکے]۔"

پس نجات کے لیے ضروری نہیں کہ ان تمام چیزوں کو لازماً مکمل طور پر اپنے اندر سے ختم کرنا ہے۔ یہ بھی کافی ہے کہ بندہ ان پر عمل کرنے کے معاملے میں بے باک نہ ہو جائے۔ ایک متوازن کردار بہت اہم ہے جو کہ خلق الحسن کہلاتا ہے۔ کوشش، محنت اور ان چیزوں کو جانے بغیر جنہوں نے آپ کے نفس کو دھوکے میں ڈال دیا ہو کوئی بھی انسان ایسا کردار حاصل نہیں کر سکتا۔

تمام بری خصلتیں جو یہاں بیاں کی گئی ہیں وہ سب اس دنیا کی محبت کا شاخسانہ ہیں۔ اگر بندے کو یہ ادراک ہو جائے کہ اخروی زندگی زیادہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے تو وہ یقیناً اس دنیا کی زندگی پر اس کو ترجیح دے گا۔ یہ پہچان اور ادراک اس علم کا ثمر ہے اور یہ علم بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

۳۔ اللہ مالکِ کائنات کی بارگاہ میں ہدیہ پیش کرنا:

اللہ تعالی کو پیش کرنے کے لیے تحفہ (جو کہ ایک اخروی زندگی کا مسافر خدا کے لیے تیار کرے گا) دراصل ایمان ہے جو جس کی حقیقت اللہ تعالی کی محبت میں مضمر ہے۔ یہاں ایمان سے ہماری مراد عرفان (معرفت) ہے جو کہ بندے کو مکمل طور پر مغلوب کر دے اور اس کے دل پر پوری دسترس حاصل کر لے یہاں تک کہ ایسا لگے کہ جیسے بندہ واقعی اللہ کو دیکھ رہا ہو۔ ایمان پھر قلب کے لیے لازم شے ہو جاتا ہے اور اس حد تک راسخ ہو جاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی سوچ بندے کے ذہن میں نہیں آتی۔ چاہے گہری فکر میں مشغول ہو یا عام خیالات ہوں۔ (مسلسل شعوری بیداری اور توجہ کا مرکز اللہ کی ذات پاک ہو یہاں تک کہ کوئی عمومی خیال ذھن میں نہ آئے)، یہی ایمان کا سب سے بڑا درجہ ہے۔

ایمان کے سب سے پہلے اور (سب سے نچلے) درجے کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی کو زید نامی شخص کے گھر میں ہونے کا یقین ہو کیوں کہ کسی قابل اعتماد شخص نے بتایا ہو کہ وہ گھر کے اندر ہے۔ دوسرے درجے کی مثال یہ ہے کہ زید کے گھر میں ہونے کا یقین ہو کیوں کہ اس کی آواز آپ نے سنی ہے۔ تیسرا اور آخری درجہ کی مثال ایسے ہے کہ آپ نے دراصل اس کو دیکھ کر اس کے گھر میں ہونے کا یقین کیا ہو۔ ہر درجہ پہلے درجہ کی نسبت آپ میں زیادہ خوشی اور مسرت پیدا کرتا ہے۔ یہ احساسات لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہیں اور صرف قلبی تجربہ سے ہی اس کا ادراک کیا جا سکتا ہے. اسی طرح ایمان کے مختلف درجات ہیں۔ ایمان کی کئی شاخیں ہیں لیکن اس کی بنیاد تین امور پر ہے: اللہ پر ایمان لانا، آخرت کے دن پر ایمان لانا، اور اللہ کے پیغمبر محمد ﷺ کی صداقت پر ایمان لانا۔

اللہ پر ایمان اس وقت کامل ہوتا ہے جب اس کی صفات، جو کہ قرآن میں بیان کی گئی ہیں، پر ایمان لایا جائے۔ اور اس کو بدعات، بے یقینی اور شک و شبہ سے پاک رکھا جائے۔ بندے پر لازم ہے کہ اس پر ایمان لائے کہ اللہ کامل علم اور مطلق صلاحیت کا مالک ہے۔ اور یہ کہ اس کی مشیت ضرور پوری ہوتی ہے اور ہمیشہ موثر ہے۔ اور ہر انسان کو اس کی عظیم صفات پر بھروسہ ہونا چاہیے۔

انسان کا آخرت کے دن پر ایمان ہونا چاہیے کہ اس دن ہر کسی کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، اطاعت کی جزا اور نافرمانی کی سزا۔ (اگر کوئی اس پر یقین رکھتا ہے تو) یہ بندے کے لیے کافی ہے اور یہ اس کے لیے لازمی نہیں کہ وہ (آخرت کے دن کے بارے میں) اس سے زیادہ کسی اور تفصیل کو جانے۔

ہر ایک کا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ اللہ کے پیغمبر محمدؐ ﷺ نے جو چیز بھی سکھائی وہ سچائی پر مبنی ہے۔ اگر کوئی اس پر ایمان رکھے اور وہ جملہ تعلیمات کو نہ جانتا ہو اور صرف فرائض اسلام سے آگہی حاصل کر لے تب بھی یہ بندے کے لیے کافی ہو گا۔

موت کے لیے تیاری کا یہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا اور اللہ انھیں ہی کامیابی نصیب کرتا ہے جو اپنے آپ کو (سفر آخرت کے لیے) تیار کرنے کی جد وجہد کرتے ہیں۔

صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کامیابی عطا فرمانے والی اور ہر قسم کی آفات سے محفوظ فرمانے والی ہے۔ اول و آخر تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ کے نبی محمدؐ ﷺ ان کی آل اور ان کے اصحاب پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

